صحابیات کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرو

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

صحابیات کے نمونہ پر چلنے کی کوشش کرو

(لجنہ اماءاللہ لاہور سے خطاب فرمودہ ۴/جون ۱۹۵۰ء بمقام رتن باغ لاہور)

تشہّد تعوذ، سورہ فاتحہ اور سورہ الفلق کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میری طبیعت آجکل ایسی تو نہیں کہ میں یہاں کوئی تقریر کر سکتا۔لیکن ایک دن جبکہ مجھے شدید ہیٹ سٹروک کی تکلیف تھی اور میں سردرد سے اپنے بستر پر پڑا ہوا تھا لاہور کی لجنہ اماءاللہ کی چند عہدیدار میرے پاس ربوہ پہنچیں اور اُنہوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ آپ تبدیلی آب و ہوا کے لئے بلوچستان جا رہے ہیں۔ہم چاہتی ہیں کہ وہاں جانے سے قبل ہمارے اجتماع میں بھی ایک تقریر کر جائیں۔اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے فوری طور پر میرا ذہن اِس طرف گیا کہ میں انکار کردوں لیکن جب میں نے دیکھا کہ میں تو اپنے کمرہ میں بھی گرمی اور لو لگنے کی وجہ سے بیمار ہوں اور بخار، سردرد اور دیگر کئی قسم کے عوارض میں مبتلا ہوں اور یہ اِس شدید گرمی میں لاہور سے چل کر آئی ہیں اور میں نے سمجھا کہ اگر میں اِن کی بات کو ردّ کردوں تو شاید یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔چنانچہ میں نے اِن سے کہہ دیا کہ اچھا میں تقریر کردوں گا لیکن میری تقریر شام کے وقت رکھنا تا کہ گرمی میں باہر نکلنے سے مجھے تکلیف نہ ہو۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک میں چونکہ وقت کی پابندی کی عادت نہیں اِس لئے سمجھانے کے باوجود لجنہ اماءاللہ نے میری تقریر کے لئے پانچ بجے کا اعلان کر دیا حالانکہ میں نے سات بجے یا زیادہ سے زیادہ ساڑھے چھ بجے وقت مقرر کرنے کی اِنہیں ہدایت دی تھی۔جب میں یہاں پہنچا اور میں نے اِس بارہ میں شکوہ کیا تو لجنہ اماءاللہ کی طرف سے مجھے یہ جواب دیا گیا کہ عورتیں چونکہ وقت پر نہیں آتیں اس لئے ہم نے پانچ بجے کا اعلان کر دیا تا کہ

آہستہ آہستہ دو گھنٹے میں تمام عورتیں جمع ہو جائیں گی۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ اگر یہی طریق آئندہ بھی اختیار کیا گیا تو عورتیں یہ سمجھنے لگ جائیں گی کہ ہمیں دو گھنٹے پہلے بلا لیا جاتا ہے ہم دو گھنٹے گزار کر جائیں گی۔ پھر اِن عورتوں کو وقت پر لانے کے لئے تین گھنٹہ پہلے اعلان کرنا پڑے گا، پھر جب وہ دیکھیں گی کہ اُنہیں تین تین گھنٹے انتظار کرنا پڑتا ہے تو وہ تین گھنٹے لیٹ پہنچا کریں گی۔ اس پر انہیں چار گھنٹے پہلے بلانا پڑے گا اور آہستہ آہستہ یہ حالت ہو جائے گی کہ اگر بدھ کو پانچ بجے تقریر کرنی ہو تو اس کے لئے یہ اعلان کرنا پڑے گا کہ منگل کو پانچ بجے جلسہ ہوگا تاکہ عورتیں بدھ کے دن پانچ بجے وقت پر پہنچ جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قسم کی عادت ڈالی جائے اُسی قسم کی عادت پڑ جاتی ہے۔ صحیح طریق یہ ہے کہ تم اپنے جلسوں کے اوقات کا جو اعلان کرو اُس کے مطابق عین وقت پر کارروائی شروع کر دو اس طرح عورتوں کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ ہمیں وقت پر پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے اور جو عورتیں بعد میں آئیں گی وہ دل میں شرمندہ ہوں گی کہ ہم اپنی سستی کی وجہ سے تقریریں سننے سے محروم رہیں اور وہ کوشش کریں گی کہ آئندہ صحیح وقت پر پہنچیں۔ آج میں نے عین سات بجے آ کر تقریر شروع کر دی ہے اور یہی وقت میں نے تقریر کے لئے مقرر کیا تھا لیکن لجنہ اماء اللہ کے پروگرام کے مطابق میں دو گھنٹے دیر سے آیا ہوں۔ اس تمہید کے بعد اور یہ نصیحت کرنے کے بعد کہ آئندہ مردوں اور عورتوں کے جلسے ٹھیک وقت پر شروع ہونے چاہئیں میں اُس مضمون کی طرف آتا ہوں جس کے لئے میں نے ابھی قرآن کریم کی ایک سورۃ پڑھی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ فلق میں ایک وسیع مضمون بیان فرمایا ہے جس کو بیان کرنا ایک بہت بڑے وقت کا متقاضی ہے اور درحقیقت اس کے لئے کئی گھنٹے بھی کافی نہیں ہو سکتے لیکن میری صحت کے لحاظ سے شاید اِس وقت چند منٹ بولنا بھی مشکل ہو اور پھر میرا گلا بھی بیٹھا ہوا ہے تاہم میں کوشش کروں گا کہ جس قدر بیان کر سکتا ہوں بیان کر دوں۔ ضمناً میں اِس وقت ایک اَور بات کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ عورتیں بھی قوم کا ویسا ہی حصہ ہیں جیسا کہ مرد اس کا ایک حصہ ہیں۔ تم یہ بات اپنے ذہنوں میں سے نکال دو کہ تم قوم کا حصہ نہیں ہو۔ جب تک تم اِس بات کو اپنے ذہنوں میں سے نہیں نکالو گی تم کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکو گی۔

اِس بات کا خیال مجھے اِس وجہ سے پیدا ہوا کہ جب لجنہ اماء اللہ کی چند نمائندہ خواتین میرے پاس ربوہ آئیں تو اُن میں سے ایک خاتون نے مجھے بار بار کہا کہ آدمیوں کو تو آپ سے فائدہ اُٹھانے کے لئے بہت سا وقت مل جاتا ہے لیکن ہمیں نہیں ملتا۔ آخر مجھے کہنا پڑا کہ کیا تم اپنے آپ کو آدمی نہیں سمجھتیں!!

آدمی کے معنی ہیں جو آدم کی اولاد ہو اور آدم کی اولاد ہونے کے لحاظ سے جس طرح مرد اُس کی اولاد ہیں اِسی طرح عورتیں بھی اس کی اولاد ہیں پس تم بھی ویسے ہی آدمی ہو جیسے وہ آدمی ہیں۔ اگر پہلے ہی تم اپنے آپ کو آدمیت سے خارج کر لیتی ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تم خود مردوں کے لئے ظلم کا راستہ کھولتی ہو۔ بہرحال عورتیں بھی قوم کا ایک حصہ ہیں اور وہ ان قوانین سے مستثنیٰ نہیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قوموں کی ترقی اور ان کے تنزل کے متعلق جاری کئے ہوئے ہیں۔

یہ چھوٹی سی سورۃ جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے اور جسے سورۃ الفلق کہا جاتا ہے اس میں قوموں کی ترقی اور تنزل کے متعلق بعض احکام بیان کئے گئے ہیں جن کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قُلْ** اے محمد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تُو لوگوں سے کہہ دے کہ **اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ**[1] میں مخلوق کے پیدا کرنے والے یا خلق کے پیدا کرنے والے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ دنیا میں جب کسی سے کوئی بات کہی جاتی ہے تو اُس کی غرض یا تو دوسرے کو یہ بتانا ہوتی ہے کہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ یہ ہے اور یا دوسرے کو چیلنج کرنا مقصود ہے کہ میں تو اِس راستہ پر قائم ہوں اگر تم اس کے خلاف ہو تو بیشک اپنا زور صَرف کر لو مجھے تمہاری مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں۔ گویا لوگوں سے کچھ کہنا یا تو اِس رنگ میں ہوتا ہے جیسے استاد اپنے شاگرد سے کوئی بات کہتا ہے یا باپ اپنے بیٹے سے کوئی بات کہتا ہے یا ماں اپنی بیٹی سے کوئی بات کہتی ہے۔ مثلاً باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے میں تجھے بتاتا ہوں کہ میرا مذہب یہ ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر تم میری عظمت کو پہچانتے ہو تو تمہارا فرض ہے کہ تم بھی اسی مذہب کو اختیار کرو۔ یا ماں اپنی بیٹی سے کہتی ہے کہ میں تمہیں سچی بات بتاؤں میرا عقیدہ تو یہ ہے اور اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ میں چاہتی ہوں کہ تم بھی اس عقیدہ پر غور کرو۔ لیکن کبھی طعنہ کے طور پر بھی

اپنے دشمن کو یہی الفاظ کہے جاتے ہیں اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا مذہب تو یہ ہے اب تم جو کچھ کرنا چاہتے ہو بے شک کرلو۔ غرض قُلْ کا لفظ یا تو چیلنج کیلئے استعمال ہوتا ہے اور یا پھر دوسروں کو اپنی تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ پس قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ میں ایک طرف تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے تجھے ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی ہے جو قوم کے تمام مردوں اور عورتوں کے لئے انتہائی طور پر مفید ہے۔ ایسی اعلیٰ اور مفید اور بابرکت تعلیم کہ تُو اپنے نفس تک ہی محدود نہ رکھ بلکہ دنیا کے تمام لوگوں تک اسے پہنچا اور سب کو اِس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلا۔ دوسری طرف قُلْ کہہ کر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ تو اپنے دشمنوں سے کھلے طور پر کہہ دے کہ میں تمہاری مخالفتوں اور دکھوں اور فریبوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا میں اپنی باتوں پر مضبوطی سے قائم ہوں اور تمہیں چیلنج دیتا ہوں کہ تم نے میری مخالفت میں جو کچھ زور لگانا ہے لگالو۔ گویا یہ ایسی سورۃ ہے جس میں دوستوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے اور دشمنوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ دوستوں کو بلایا گیا ہے کہ آؤ اور اِس تعلیم پر عمل کرو۔ اور دشمنوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ تم اپنی ساری طاقتوں کو اکٹھا کرلو اور میرے مٹانے کے لئے پورا زور صرف کرلو پھر بھی میں ہی غالب رہوں گا تم غالب نہیں آسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ قُلْ والی سورتیں مسلمانوں میں بڑی اہم سمجھی جاتی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ قرآن کریم کا دل ہے۔ اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص رات کو سوتے وقت آخری تین سورتیں اور آیت الکرسی پڑھ کر اور اپنے ہاتھوں کو پھونک کر دونوں ہاتھ اپنے سارے جسم پر پھیر لے وہ مختلف قسم کے توہمات اور بیماریوں اور پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے بچ جاتا ہے۔[۲]

پس لفظ قُلْ نے بتا دیا کہ اس میں دوست بھی مخاطب ہیں اور دشمن بھی مخاطب ہیں دوستوں کو یہ کہا گیا ہے کہ آؤ اور اس تعلیم پر عمل کرو جو میں تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اور دشمنوں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ تم اپنی ساری طاقتوں کو اکٹھا کر کے مجھ پر حملہ کردو اور پھر دیکھو کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔ میں تو انہی باتوں پر قائم ہوں جو تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ تحدی کوئی معمولی بات نہیں۔ کسی شخص کا اپنے تمام دوستوں سے یہ کہنا کہ

میرے اندر فلاں خوبی پائی جاتی ہے تمہیں بھی یہی کہتا ہوں کہ تم اِس خوبی کو اپنے اندر پیدا کرو کوئی معمولی بات نہیں ہوسکتی۔ تم ایک اجنبی کے سامنے یہ کہہ سکتی ہو کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن تم اپنی بیٹی کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتیں کیونکہ وہ جانتی ہے کہ فلاں دن ابّا آئے اور وہ کسی بات پر خفا ہوئے تو باوجود اِس کے کہ کھانا موجود تھا تم نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ کھانا بلی کھا گئی ہے اور اِس طرح تم نے جھوٹ بولا۔

ایک مشہور مصنف لکھتا ہے کہ تم اپنے بچوں کے سامنے اپنے آپ کو بطور ایک ناصح اور مشفق کے تو پیش کرو مگر نمونہ کے طور پر نہیں ورنہ تمہارے گھر کا انتظام سب درہم برہم ہو جائے گا۔ مثلاً جب تم خود پورا سچ نہیں بولتیں اور تمہاری اس کمزوری سے تمہارے گھر والے واقف ہیں تو تم یہ نہ کہا کرو کہ بیٹی میں کتنا سچ بولنے والی ہوں کیونکہ اگر تم ایسا کہو گی تو تمہاری بیٹی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ خواہ زبان سے نہ کہے اپنے دل میں ضرور کہے گی کہ ہماری امّاں خود تو جھوٹ بولتی ہے اور کہتی یہ ہے کہ میں کتنا سچ بولنے والی ہوں۔ لیکن اگر تم یہ کہو کہ بیٹی ہم سے بڑے بڑے قصور سرزد ہوئے ہیں لیکن خدا کرے تم ان قصوروں سے بچ جاؤ تو اس بات کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوگا اور وہ سمجھے گی کہ یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے مجھے ہوشیار کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ پس حالات سے واقف انسان کے سامنے **قُلْ** کہہ کر بات کرنا اور اپنا نمونہ اُس کے سامنے پیش کرنا کوئی معمولی بات نہیں اور یہ جرأت سوائے کسی بڑی ہمت اور استقلال اور سچائی کے پابند انسان کے جس کا عمل اعلیٰ درجہ کا متقیانہ ہو اور کسی میں نہیں ہوسکتی۔

دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب اللہ تعالیٰ کا الہام نازل ہوا کہ جا اور اپنی قوم کو ہمارے عذاب سے ڈرا تو آپ نے ساری قوم کو جمع کیا اور فرمایا اے لوگو! اگر میں یہ کہوں کہ مکہ کی اس پہاڑی کے پیچھے ایک بڑا بھاری لشکر اُترا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری اس بات کو مان لوگے؟ واقعہ یہ تھا کہ مکہ کی اس پہاڑی کے پیچھے کوئی بڑا لشکر چھپ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ پیچھے میدان ہی میدان تھا جس میں میلوں میل تک چیزیں دکھائی دیتی تھیں اور اُس میدان میں کسی لشکر کا اُترنا اور مکہ والوں کا اِس سے بے خبر رہنا ایسی ہی ممکن بات تھی جیسے کوئی یہ کہے کہ اِس جلسہ گاہ میں جس میں اِس وقت تم بیٹھی ہوئی ہو، تین ہاتھی کھڑے ہیں۔ اگر کوئی شخص

ایسی بات کہے تو کیا مان لوگی کہ واقعہ میں ہاتھی کھڑے ہیں؟ تم فوراً کہو گی کہ جلسہ گاہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اگر ہاتھی ہوتے تو ہمیں نظر نہ آ جاتے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر انہیں اتنا یقین تھا کہ باوجود اِس کے کہ یہ ناممکن بات تھی انہوں نے کہا ہاں اگر آپ کہیں گے تو ہم ضرور مان لیں گے کیونکہ آپ اتنے بڑے سچے انسان ہیں کہ ہمارے واہمہ وخیال میں بھی یہ نہیں آ سکتا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اِس پر آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ بات ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اِس وقت اسلام کو اپنا دین مقرر فرمایا ہے وہ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ ہے اور بتوں کے اندر کسی قسم کی طاقت نہیں اور اُس نے مجھے تمہاری اصلاح کے لئے مأمور کے طور پر مبعوث فرمایا ہے۔ اِس پر انہوں نے فوراً شور مچادیا کہ یہ شخص پاگل ہوگیا ہے، اِس کا دماغ پھر گیا ہے اور ہمیں بتوں سے منحرف کرنا چاہتا ہے۔[۳]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ [۴] اے دشمنو! تم اتنا تو سوچو کہ تم میں میرے عزیز اور رشتہ دار موجود ہیں، میرے چچازاد بھائی تم میں ہیں، میرے ماموں زاد بھائی تم میں ہیں، ان کے لڑکے اور لڑکیاں بھی موجود ہیں اِسی طرح دور اور نزدیک کے اور کئی رشتہ دار تم میں پائے جاتے ہیں اور پھر ساری عمر میں تم میں ہی رہا ہوں کیا تم اِس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ تم اگر میری تکذیب میں صداقت پر قائم ہو تو تم بتاؤ کہ کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے۔ اگر میں کہیں باہر رہتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ ہمیں کیا پتہ تم نے کیسی زندگی بسر کی ہے لیکن ساری عمر تم میں رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ میں نے آج تک جھوٹ نہیں بولا پھر تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اب میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ جھوٹ اور افتراء ہے۔ یہ دلیل ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کی قرآن کریم نے پیش کی ہے اتنی زبردست ہے کہ انسان کا دل اِس سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ایک دفعہ ایک یہودی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرض لیا جو چند دنوں کے بعد آپ نے واپس کر دیا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اِس یہودی کو خیال آیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سادہ آدمی ہیں وہ بھول چکے ہوں گے کہ انہوں نے قرض ادا کر دیا ہے یا نہیں

اس لئے میں دوبارہ ان سے قرض کا تقاضا کرتا ہوں چنانچہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ یہودی آپ کے پاس آیا اور اُس نے کہا آپ نے مجھ سے اتنا قرض لیا تھا مگر ابھی تک آپ نے ادا نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا تو خیال ہے کہ میں ادا کر چکا ہوں۔ اس نے کہا بالکل غلط ہے آپ نے ہرگز روپیہ ادا نہیں کیا۔ آپ نے پھر فرمایا کہ میں ادا کر چکا ہوں۔ پھر آپ نے مجلس والوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کسی کو یاد پڑتا ہو کہ میں نے یہ قرض ادا کر دیا ہے تو وہ بتائے۔ اِس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! میں گواہ ہوں میرے سامنے آپ نے اس یہودی کو قرض ادا کر دیا تھا اور اب یہ بالکل جھوٹ بولتا ہے۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ میں قرض ادا کر چکے تھے اور یہودی بھی اِس بات کو جانتا تھا جب اس صحابیؓ نے اُٹھ کر گواہی پیش کر دی تو کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ کہنے لگا مجھے یاد آ گیا ہے فلاں موقع پر آپ نے قرض ادا کر دیا تھا۔ جب وہ واپس چلا گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا یہ بات تو ٹھیک ہے کہ میں نے قرض ادا کر دیا تھا اور وہ یہودی بھی مان گیا ہے مگر جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم اُس موقع پر موجود نہیں تھے تم نے یہ کس طرح گواہی دے دی۔ اُس نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! جانے بھی دیجئے ہم رات اور دن آپ کو سچ بولتے ہوئے دیکھتے ہیں، آپ خدا کی باتیں بتاتے ہیں تو ہم مانتے ہیں، دین کی باتیں بتاتے ہیں تو ہم مانتے ہیں پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہم اس موقع پر یہ خیال کر لیتے کہ آپ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ سچ نہیں بول رہے۔ بے شک میں اُس موقع پر موجود نہیں تھا اور میرے سامنے آپ نے قرض نہیں دیا مگر جب آپ کہتے ہیں کہ میں نے قرض دے دیا تھا تو یقیناً آپ سچ فرماتے ہیں اور ہم اِس کی سچائی کے گواہ ہیں کیونکہ ہم رات اور دن آپ کو سچ بولتے ہوئے دیکھتے ہیں۔[۵] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپ ہنس پڑے اور خاموش ہو گئے۔

اب دیکھو یہ کتنے یقین کی بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات کہتے ہیں اور وہ صحابیؓ باوجود اِس کے کہ موقع پر موجود نہیں تھے پھر بھی گواہی کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص رات اور دن سچ بولتا ہے وہ اِس موقع پر بھی سچی بات ہی کہہ رہا ہے

جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ تو اِس جگہ قُلْ کا لفظ استعمال کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تیرے اخلاق اتنے اعلیٰ ہیں اور تیری خوبیاں اتنی نمایاں ہیں کہ اگر تو کہہ دے کہ میں ایسا ہوں تو سب لوگوں کو ماننا پڑے گا کہ وہ بات سچ ہے اور اُنہیں لازماً تیری بات کے پیچھے ہی چلنا پڑے گا۔ دوسری طرف اِس میں دشمن کو چیلنج دیا گیا ہے کہ میری تعلیم تو یہ ہے اگر تم میں طاقت ہے تو آؤ اور مقابلہ کرلو آخر یہی ہوگا کہ تم ہارو گے اور میں جیتوں گا یہ چیز بھی ایسی ہے جو کوئی معمولی آدمی پیش نہیں کرسکتا۔

جب فتح مکہ ہوئی تو کفار میں سے سات آدمی ایسے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم تھا کہ وہ جہاں ملیں اُن کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اُنہوں نے مسلمانوں پر انتہائی دردناک مظالم کئے ہوئے تھے۔ انہی میں ایک ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی جس نے اُحد کے موقع پر اُس شخص کے لئے انعام مقرر کیا تھا جو حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے۔ اور پھر جب ایک شخص نے حضرت حمزہؓ کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے قتل کر دیا تو اِس نے اُن کا کلیجہ نکال کر چبایا اور اُن کے کان اور ناک وغیرہ کاٹ کر مُثلہ کر دیا۔ پس چونکہ اِس کا جرم نہایت ظالمانہ اور انسانیت کے ماتھے پر ایک خطرناک داغ تھا اِس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کے قتل کا بھی حکم نافذ فرما دیا۔ مگر وہ عورت ہوشیار تھی جب مکہ میں اسلامی لشکر داخل ہوا تو وہ کہیں روپوش ہوگئی اور تلاش کے باوجود لوگوں کو نہ مل سکی۔ ایک دن جب کہ مکہ کی عورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے لئے جارہی تھیں وہ بھی کپڑا اوڑھ کر ان کے ساتھ مل گئی اور آپ کی بیعت کرنے کے لئے چلی گئی۔ بیعت کے الفاظ دُہراتے دُہراتے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اِس مقام پر پہنچے کہ کہو کہ ہم اقرار کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو ہندہ رُک نہ سکی اور وہ بے اختیار کہنے لگی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کیا اب بھی ہم کسی اَور کو معبود بنائیں گے؟ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آپ اکیلے تھے اور ہم جتھے والے تھے آپ کمزور تھے اور ہم طاقتور تھے، آپ کے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا اور ہم دولت مند تھے مگر باوجود اِس کے کہ آپ کے پاس کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جس سے آپ کامیاب ہوسکتے پھر بھی آپ نے چیلنج دیا کہ میں جیتوں گا اور تم ہارو گے۔ اور پھر باوجود اِس کے کہ ہم نے آپ کا شدید مقابلہ کیا، ہم نے آپ پر

سخت سے سخت مظالم کئے، ہم نے اپنی طاقت اور دولت کو آپ کے خلاف صرف کیا اور باوجود اِس کے کہ جتھہ ہمارے پاس تھا، صنعت وحرفت ہمارے پاس تھی، تجارت ہمارے پاس تھی اور آپ اکیلے تھے پھر بھی آپ ہی جیتے اور ہم ہار گئے۔ اگر ہمارے معبودوں میں ایک رائی کے برابر بھی طاقت ہوتی تو کیا ہمارا یہی انجام ہوتا۔ اتنا بڑا نشان دیکھنے کے بعد اب یہ خیال بھی کس طرح کیا جا سکتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز پہچان لی اور فرمایا ہندہ ہے؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے خلاف تو قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اس نے کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہَ! وہ وقت گزر گیا جب آپ کا زور مجھ پر چل سکتا تھا اب میں کافر ہندہ نہیں بلکہ مسلمان ہندہ ہوں تو دیکھو یہ چیلنج تھا جو دشمنوں کو دیا گیا تھا اور جس نے ثابت کر دیا کہ سچائی اور صداقت اگر ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی ہے۔

اسی طرح حضرت نوحؑ کا چیلنج قرآن کریم میں موجود ہے کہ تم بے شک اکٹھے ہو جاؤ اور مل کر مجھ پر حملہ کرو اور پھر دیکھو کہ میں کامیاب ہوتا ہوں یا تم کامیاب ہوتے ہو۔ پس ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' میں ایک طرف دوستوں کو دعوت دی گئی ہے کہ تم میرے اخلاق کو جانتے ہو، میری عادات سے واقف ہو تم بتاؤ کہ آیا میں سچ بولنے والا ہوں یا جھوٹ بولنے والا ہوں؟ اگر میری ہر بات اپنے اندر سچائی رکھتی ہے اور میرا ہر فعل اپنے اندر پاکیزگی رکھتا ہے تو آؤ اور میری اتباع کرو۔ دوسری طرف دشمنوں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ میرا قدم راستی اور صداقت پر قائم ہے اگر تم میرا مقابلہ کرو گے تو ہار جاؤ گے۔ اس دعویٰ کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور آپ نے فرمایا ''اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ'' میں خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں۔ مگر کون سے خدا سے؟ اس خدا سے جو رَبِّ الْفَلَقِ ہے جو فَلَقِ کا پیدا کرنے والا ہے۔ فَلَقُ کے کئی معنی ہیں۔ فَلَقُ کے معنی مخلوق کے بھی ہیں۔ فَلَقُ کے معنی صبح کی روشنی کے بھی ہیں[6] اور فَلَقُ کے معنی پَو پھٹنے کے بھی ہیں[7] پس اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کے ایک معنی یہ ہوئے کہ میں روشنی کے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی دنیا میں جب کبھی نور آتا ہے، جب کبھی روشنی آتی باوجود اِس کے کہ نور اور روشنی بڑی اچھی چیزیں ہیں پھر بھی اِس کے آنے کے ساتھ ہی فساد شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی آئے اور فساد نہ ہو، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی اچھی تعلیم دے اور لوگ

اُس کا انکار نہ کریں۔ ہر تعلیم کا لوگوں نے انکار کیا اور ہر نور جو ظاہر ہوا اُس کا اُنہوں نے مقابلہ کیا۔

سب سے پہلے آدمؑ آئے اور شیطان نے اُنہیں ورغلا کر جنت سے نکال دیا۔ پھر نوح آئے تو شیطان ان کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ آئے تو دنیا نے اُن کی مخالفت کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو پھر شیطانی قوتیں آپ کے مقابلہ میں کھڑی ہو گئیں۔ اِس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو آپ کے مقابلہ میں بھی طرح طرح کے منصوبے کئے گئے اور آپ کی آواز کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ پس فرماتا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ تو یہ کہہ کہ میں اُس خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جس نے یہ نور اور روشنی پیدا کی ہے کیونکہ جس نے اس نور کو پیدا کیا ہے لازماً اِس کا فکر سب سے زیادہ اُسی کو ہوگا۔ ہم بیشک احمدی ہیں اور ہم میں اسلام کا درد پایا جاتا ہے مگر جتنا ہمیں اسلام اور احمدیت کے بچانے کی فکر ہے یہ صاف بات ہے کہ خدا تعالیٰ کو اس سے بہت زیادہ ہے۔ ہم صرف مومن ہیں اور خدا تعالیٰ مومنوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ پس ہماری اور اس کی آپس میں کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی۔

اِس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے گلی میں اگر ہم کسی بچے کو دیکھیں کہ وہ گھوڑے کی زد میں آنے والا ہے تو لازماً ہم اُسے گھوڑے کی زد سے بچانے کی پوری کوشش کریں گے مگر بہر حال ہماری بے تابی اور ہماری جدوجہد اُس کی ماں کی بے تابی اور جدوجہد کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ایک ماں اپنے بچے کو بچانے کے لئے جس طرح دَوڑ کر آتی ہے اور جو کوشش اور جدوجہد کرتی ہے وہ بالکل اَور رنگ کی ہوتی ہے اور دوسرے آدمی کی جدوجہد اَور رنگ کی ہوتی ہے۔ یا مثلاً تیز بارش ہو رہی ہے اور مکانات گر رہے ہوں تو جس درد اور جوش کے ساتھ ایک مالک اپنے مکان کی حفاظت کرسکتا ہے وہ درد اور جوش کسی غیر میں نہیں پایا جاسکتا، خواہ وہ اس کے لئے کتنی ہی کوشش کرے۔ پس بے شک ہمارے دلوں میں بھی اسلام کی محبت ہے، ہمارے دلوں میں بھی احمدیت کی محبت ہے مگر جو محبت ہمارے خدا کو اسلام اور احمدیت سے ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ ہماری حیثیت صرف ایک دوست اور ایک ساتھی کی سی ہے اور خدا تعالیٰ کی حیثیت ایک خالق اور

مالک کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یا اے قرآن مجید کے پڑھنے والے انسان! تو یہ کہہ کہ میں نور کے پیدا کرنے والے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور اُس سے کہتا ہوں کہ میں تیرے نور کی اشاعت اور تیرے دین کی مدد کے لئے کھڑا ہوا ہوں مگر دنیا مخالف ہے اور وہ میرے راستہ میں روکیں پیدا کر رہی ہے تو میری مدد فرما تا کہ میں اُس کو زیر کر سکوں اور تیرے نور کو دنیا میں پھیلا سکوں۔

اِس میں ایک طرف تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جماعت کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تم میرے ساتھ دعاؤں اور گریہ وزاری میں شامل ہو جاؤ تا کہ اللہ تعالیٰ کا نور ظاہر ہو اور دشمن کی شرارتیں دور ہوں۔ اور جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اِس حکم میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی شامل ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مردوں کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ عورتوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے تھے۔ دوسرے اس میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آتی ہے اور اُس کی طرف سے نور کا ظہور ہوتا ہے ہمیشہ لوگ اُسے پلٹ کر دوسری طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور اچھی چیز کو بگاڑنے لگ جاتے ہیں۔ جب عورتوں کے متعلق یہ نصیحت کی جائے کہ اُنہیں اخلاق کی حدود کے اندر رہنا چاہئے اور بے پردگی سے بچنا چاہئے تو مرد جھٹ اِنہیں کال کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں اور جب یہ نصیحت کی جائے کہ عورتوں کو آزادی دینی چاہئے تو وہ جھٹ اِنہیں سٹیج پر لے آتے ہیں اور سڑکوں پر بے پرد پھرانے لگ جاتے ہیں۔ گویا فَلَق کے مقام پر کھڑے ہونے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ یا تو پورے دن والی حالت میں چلے جائیں گے یا پوری رات والی حالت میں چلے جائیں گے۔ پَو پھٹنے کا مقام وہ ہوتا ہے جہاں رات اور دن ملتے ہیں مگر اِس مقام پر کھڑا ہونے کے لئے نہ مرد تیار ہوتے ہیں اور نہ عورتیں تیار ہوتی ہیں۔

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کہا ہے کہ شراب حرام ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ اس میں کچھ فوائد بھی ہیں۔[۸] اب اس حکم کو سن کر ایک قوم نے کہا کہ جب شراب میں فوائد ہیں تو لاؤ شراب کے مٹکے تا کہ ہم صبح و شام پئیں اور بدمست رہیں۔ اور دوسروں نے کہا کہ جب شراب حرام ہے تو خواہ بیمار مر رہا ہو اُسے شراب کی ضرورت ہو پھر بھی اُسے شراب نہ دو حالانکہ شراب

دوائیوں میں پڑتا ہے۔ جتنی ٹنکچر زہیں سب شراب سے تیار ہوتی ہیں۔ مثلاً دائم ایپکاک، سپرٹ ایمونیاایرومیٹک، ٹنکچرآیوڈین وغیرہ سب میں شراب ہوتی ہے گواس کے صرف چند قطرے ہی ہوتے ہیں مگر بہرحال شراب دوائی کے طور پرانسان استعمال کرسکتا ہے اورشریعت نے اِس کی ممانعت نہیں کی لیکن ایک گروہ نے کہہ دیا کہ شراب دوائی کے طور پر بھی استعمال نہیں کی جاسکتی اوردوسرے نے کہہ دیا کہ مٹکے کے مٹکے پی جاؤ تو کوئی حرج نہیں۔ کچھ مردوں نے تو پردہ کو سرے ہی سے اُڑادیا اورکچھ مردوں نے عورتوں پر اِتنا تشدد کیا کہ جب وہ باہر نکلتیں تو اُنہیں ڈولیوں میں بٹھاتے بلکہ فخر یہ کہا کرتے کہ ڈولی گھر میں آئے گی اورڈولامرکر نکلے گا۔ درمیانی مقام جس پرشریعت قائم کرنا چاہتی ہے اس کو اختیار کرنے کے لئے لوگ تیار نہیں ہوتے۔ اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ہم تجھ کو ایک نور دینے والے ہیں مگراس نور کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ اسے اِدھر پھینکیں گے اورکچھ اُدھر پھینکیں گے۔ وسطی مقام جس پرتو کھڑا ہوگا اُس پر کھڑے ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ پس اِس کے لئے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ اوراُس کی مدد سے ایسی کوشش کر کہ لوگ حقیقی توازن کو قائم رکھیں اورافراط اورتفریط کا شکار نہ ہوجائیں۔

تھوڑے ہی دن ہوئے میں نے اس بارہ میں ایک رؤیا بھی دیکھا ہے۔ گزشتہ دنوں جب میں اپنے رؤیا لکھوانے لگا تو یہ رؤیا لکھوانا میں بھول گیا۔ بعد میں مجھے خیال آیا کہ عورتوں میں میری ایک تقریر ہونے والی ہے شاید اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے کہ میں سب سے پہلے اِس رؤیا کو عورتوں کے جلسہ میں بیان کروں، چنانچہ وہ رؤیا میں آج بیان کردیتا ہوں۔ چند دن ہوئے میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک مرد ہے جو اپنے پاؤں سے کسی چیز کو مسل رہا ہے۔ مگر خواب میں مَیں اُس کو ایک مرد نہیں سمجھتا بلکہ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ تمام مردوں کا نمائندہ یاان کا قائم مقام ہے۔ اُس مرد پرایک چادر پڑی ہوئی ہے اوروہ اپنے پیروں کو زمین پر اِس طرح ماررہا ہے جیسے کسی چیز کو مسلنے کے لئے باربار پیر مارے جاتے ہیں۔ اُس وقت میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں اِس کے پیر ہیں وہاں کیچڑ میں دنیا بھر کی عورتیں مچھلیوں کی صورت میں پڑی ہوئی ہیں اوروہ اُن کو اپنے پیروں سے مسلنا چاہتا ہے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں عورتوں کی ہمدردی کا

جذبہ پیدا ہو گیا اور میں اُس کے سینہ پر چڑھ گیا اور پھر میں نے اپنی لاتیں لمبی کیں اور جہاں اُس کے پاؤں ہیں وہاں میں نے بھی اپنے پاؤں پہنچا دیئے۔مگر وہ تو ان عورتوں کو مسلنے کے لئے اپنے پیر مار رہا ہے اور میں اُس کے پاؤں کی حرکت کو روکنے اور ان عورتوں کو اُبھارنے کیلئے اپنے پاؤں لمبے کر رہا ہوں۔ اِسی دوران میں مَیں ان عورتوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں۔

''اے عورتو! تمہارے لئے آزادی کا وقت آگیا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اسلام اور احمدیت کے ذریعہ تمہاری ترقی کے راستے کھول دیئے ہیں اگر اس وقت بھی تم نہیں اُٹھو گی اور اگر اِس وقت بھی تم اپنے مقام اور درجہ کے حصول کے لئے جدوجہد نہیں کرو گی تو کب کرو گی''۔ میں نے دیکھا کہ جوں جوں میں نے اُن کو اُبھارنے کے لئے اپنے پیر ہلانے شروع کئے نیچے سے وہ مچھلیاں جن کو میں عورتیں سمجھتا ہوں اُبھرنی شروع ہوئیں اور وہ اتنی نمایاں ہوگئیں کہ میرے پیروں میں اِس کی وجہ سے کھجلی شروع ہوگئی اور اُس آدمی کے پیر آپ ہی آپ کھلنے شروع ہوگئے یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ بالکل کھل گئے۔ پھر میں نے اپنے مضمون کو بدل دیا اور عورتوں سے مخاطب ہوتے ہوئے میں نے کہا۔**اگر اِس وقت مرد اور عورت مل کر کام نہیں کریں گے اور اسلام کے غلبہ کی کوشش نہیں کریں گے تو اسلام دنیا میں غالب نہیں آسکے گا۔تم کو چاہئے کہ تم اپنے مقام کو سمجھو اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس رکھتے ہوئے دین کی جتنی خدمت بھی کرسکو اتنی خدمت کرو۔** پھر میں اور زیادہ زور سے کہتا ہوں کہ **اگر تمہارے مرد تمہاری بات نہیں مانتے اور وہ دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے اور تمہیں بھی دین کا کام نہیں کرنے دیتے تو تم ان کو چھوڑ دو اور اُنہیں بتا دو کہ تمہارا اُن سے اُسی وقت تک تعلق رہ سکتا ہے جب تک وہ دین کی خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں** اور یہ الفاظ کہتے کہتے میری آنکھ کھل گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ایثار اور قربانی سے ہی حقوق ملا کرتے ہیں اگر قربانی نہ کی جائے اور پھر امید یہ رکھی جائے کہ ہمیں ہمارے حقوق مل جائیں تو یہ ایک نادانی اور حماقت کا خیال ہوگا۔ یہ زمانہ ایسا ہے جس میں یورپ والوں نے تو عورتوں کو اِس قدر آزادی دے دی ہے کہ اب اس کے بُرے نتائج سے وہ چلا رہے ہیں اور اس آزادی نے ان کے نظامِ تمدن کو ہی بدل کر رکھ دیا

ہے۔لیکن دوسری طرف مسلمانوں نے اتنی سختی کی ہے کہ عورت کی کوئی رائے ہی انہوں نے باقی نہیں رہنے دی۔ اِس وجہ سے ہمارے ملک کی عورت کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ وہ سنی سنائی بات پر یقین لے آتی ہے اور جو کچھ مرد کہتے ہیں مان لیتی ہے، خود سوچ سمجھ کر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی۔اب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس لئے بھجوایا ہے کہ ان خرابیوں کا ازالہ ہو اور عورتوں کو ان کا پھر اصل مقام حاصل ہو۔ یہ زمانہ فَــلَــقُ کا زمانہ ہے جس میں نور پھوٹ رہا ہے اور خدا تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ پھر ایک تازہ روشنی کا ظہور ہو رہا ہے۔اب ہماری جماعت میں یہ آواز بلند ہونی چاہئے کہ عورتوں کو زیادہ سے زیادہ اسلام اور احمدیت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اگر تم صرف اس بات کو کافی سمجھتی ہو کہ تمہارے مرد دین سیکھ رہے ہیں تو تم کبھی بھی اعلیٰ درجہ کی قربانی نہیں کر سکتیں۔اگر مردوں کا دین تمہارے لئے کافی ہوسکتا ہے تو پھر مردوں کی آزادی بھی تمہارے لئے کافی ہونی چاہئے اور مردوں کی ترقی بھی تمہارے لئے کافی ہونی چاہئے۔ پھر تمہارے لئے سوائے تاریک کونوں میں بیٹھنے کے اور کوئی کام نہیں رہے گا۔لیکن اگر آزادی تمہارے لئے بھی ضروری ہے تو پھر تمہیں بھی اپنے دماغ سے سوچنے کی عادت ڈالنی چاہئے اور دین کو سمجھنے کی قابلیت پیدا کرنی چاہئے۔

میں ۱۹۲۴ء میں جب انگلستان گیا تو میں نے کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ جب عورت اور مرد وہاں ریل میں اکٹھے سفر کر رہے ہوں اور عورت کو بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ ہو تو مرد فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں اور عورت کو جگہ دے دیتے ہیں۔ایک دفعہ ہم انڈر گراؤنڈ ریل میں سفر کر رہے تھے ایک دو دوست بھی میرے ساتھ تھے کہ ایک انگریز عورت اندر داخل ہوئی بھیڑ زیادہ تھی اور اس کے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی مگر میں نے دیکھا کہ اُس کو بٹھانے کے لئے کوئی مرد کھڑا نہ ہوا وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ جب گاڑی اور زور سے حرکت میں آئی تو ہلنے کی وجہ سے کبھی وہ ایک طرف گر جاتی اور کبھی دوسری طرف۔ میں نے یہ نظارہ دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور میں نے اپنے ایک ساتھی کو کہہ کر اُسے جگہ دلا دی۔ جب وہ بیٹھ گئی تو ایک انگریز کہنے لگا ہم نے تو اسے جگہ نہیں دی تھی مگر آپ چونکہ غیر ملک کے ہیں اِس لئے آپ نے اسے بٹھا لیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں عورتوں نے یہ شور مچا رکھا ہے کہ ہم وہی کچھ کریں گی جو مرد

کرتے ہیں اب اگر ان کا مطالبہ درست ہے تو جیسے ہم کھڑے ہیں یہ بھی کھڑی رہیں نہ عورتیں ہم کو جگہ دیں اور نہ ہم ان کو جگہ دیں۔ یہ کونسا انصاف ہے کہ یوں تو مردوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتی ہیں اور جب ٹرین میں سوار ہونے کے لئے آتی ہیں تو چاہتی ہیں کہ مرد کھڑے ہو جائیں اور یہ بیٹھ جائیں۔ اگر یہ ہمارے برابر ہیں تو پھر ہماری طرح ہی کھڑی رہیں۔ اب اُس کا یہ جواب ہمارے نقطۂ نگاہ سے تو غلط تھا لیکن ان کے نقطۂ نگاہ سے صحیح تھا۔ اگر وہ واقعہ میں عورت اور مرد برابر ہیں تو انہیں قربانیاں بھی برابر کی کرنی پڑیں گی اور مردوں کے لئے کوئی وجہ نہیں ہوگی کہ وہ عورت کے لئے خاص طور پر قربانی کریں۔ لیکن اس گفتگو کا اتنا حصہ ضرور درست تھا کہ اگر عورتیں اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں تو انہیں ساتھ ساتھ قربانیاں بھی کرنی پڑیں گی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اُحد کے موقع پر تشریف لے گئے تو ایک عورت بھی آپ کے ساتھ گئی جو سپاہیوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کو مرہم پٹی کرتی تھی۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو صحابہؓ نے پوچھا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! کیا اس عورت کو بھی ہم مالِ غنیمت میں سے کچھ دے دیں؟ آپ نے فرمایا کچھ کا کیا سوال ہے اُسے برابر کا حصہ دو جب یہ جہاد میں شامل ہوئی ہے تو اسے لازماً ویسا ہی حصہ ملے گا جیسے اور سپاہیوں کو ملتا ہے۔

پس عورتوں کو اپنی ذمہ داری سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اپنی آزادی کی جدوجہد کرنی چاہئے مگر یورپ والی آزادی نہیں بلکہ وہ آزادی جو اسلام پیش کرتا ہے کیونکہ یورپ کی آزادی کی بنیاد بے دینی پر ہے اور اسلام جس آزادی کو پیش کرتا ہے اُس کی بنیاد مذہب اور روحانیت پر ہے۔ بہرحال اگر تم سمجھتی ہو کہ تم دین کی ویسی ہی ذمہ دار ہو جیسے مرد ذمہ دار ہیں تو تمہیں دین کے لئے قربانیاں بھی کرنی پڑیں گی اور وہ قربانیاں تم اُس وقت کرسکتی ہو جب تم قرآن بھی پڑھو اور حدیث بھی پڑھو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا بھی مطالعہ کرو اور سلسلہ کا لٹریچر بھی دیکھتی رہو تا کہ تمہاری معلومات وسیع ہوں اور تم میں دین کے لئے قربانی کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ اِس وقت حالت یہ ہے کہ مرد تو عام طور پر نمازی ہوتا ہے لیکن عورت نماز کی طرف بہت کم توجہ کرتی ہے یہی حال دوسرے ارکان کا ہے۔ زکوٰۃ کو لے لو تو اس میں کمزوری

ہوگی، صدقہ وخیرات کو لے لو کو تو اس میں کم ہوگی، روزہ کو لے لو تو اس کی طرف کم توجہ ہوگی، حالانکہ دین جس طرح مردوں کے لئے ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے۔ جب تم دینی مسائل پر عمل کرنے میں مردوں کے دوش بدوش چلو گی اور جب تم دین کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھو گی جیسے مرد اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے ہیں تب تم صحیح معنوں میں جنت کی حقدار بن سکتی ہو اور تب خدا بھی کہے گا کہ میری جنت کے مستحق جس طرح مرد ہیں اسی طرح عورتیں بھی اس کی مستحق ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر مرد جنت کے اعلیٰ مقام پر ہوگا اور عورت کسی نچلے مقام پر ہوگی تو عورت بھی اس کے پاس رکھی جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت اعلیٰ مقام پر ہوگی اور اسکا خاوند ادنیٰ مقام پر ہوگا تو عورت کی وجہ سے اس کے خاوند کو بھی اونچے مقام پر لے جایا جائے گا مگر یہ محض طفیلی مقام ہوگا اور طفیلی مقام کے متعلق شیخ سعدیؒ کا یہ شعر مشہور ہے کہ:

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است

رفتن بپائے مردئی ہمسایہ در بہشت

یعنی اپنے ہمسایہ کی کوشش یا اُس کے توسط سے جنت میں جانا تو دوزخ میں جانے سے بھی بدتر ہے اور میں اس کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ اپنے ہمسایہ کا زیر احسان ہو کر جنت میں جاؤں۔ پس عورت کے لئے یہ ہرگز کافی نہیں کہ وہ صرف اِس بات پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہے کہ میں اپنے خاوند یا اپنے باپ یا اپنے بھائی کی مدد سے جنت میں چلی جاؤں گی۔ اسے کوشش کرنی چاہئے کہ وہ خود اعلیٰ مقام حاصل کرے تا کہ اَور رشتہ دار اس کے واسطہ سے اونچے مقام پر پہنچیں۔ اور خود غور کر کے دیکھ لو کہ ان دونوں میں سے کونسا بہتر مقام ہے۔ آیا یہ بہتر ہے کہ تم دوسروں کے طفیل جنت کا اعلیٰ مقام حاصل کرو یا یہ بہتر ہے کہ تمہاری وجہ سے دوسروں کو جنت کا اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ اگر تم دوسروں کے طفیل جنت کے کسی اعلیٰ مقام پر پہنچتی ہو تو تمہاری آنکھیں ہمیشہ نیچی رہیں گی اور تم سمجھو گی کہ میں اس مقام پر اپنے حق کی وجہ سے نہیں آئی بلکہ دوسرے کی وجہ سے آئی ہوں۔ لیکن اگر تم اپنی جدوجہد اور کوشش سے اعلیٰ مقام حاصل کر لو تو تمہاری آنکھیں اونچی ہوں گی اور تم فخر سے یہ کہہ سکو گی کہ میری وجہ سے فلاں فلاں رشتہ دار اس مقام تک پہنچے ہیں۔ یہ اتنا

ممتاز اور نمایاں فرق رکھنے والی بات ہے کہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ اور غیر تعلیم یافتہ شخص بھی سمجھ سکتا ہے کہ اصل مقام یہی ہے کہ انسان خود اپنی نیکیوں کی وجہ سے اعلیٰ مقام حاصل کرے نہ کہ دوسرے کے طفیل ادنیٰ مقام سے ترقی کر کے اعلیٰ مقام تک پہنچے۔ پس تمہیں کوشش کرنی چاہئے کہ تم اپنے خاوندوں یا رشتہ داروں کی وجہ سے جنت کا اعلیٰ مقام حاصل نہ کرو بلکہ تمہاری وجہ سے تمہارے رشتہ داروں کو اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ بے شک انسان خواہ ادنیٰ مقام والا ہو یا اعلیٰ مقام والا۔ آپس کی رشتہ داری کی وجہ سے جنت میں ایک ہی مقام پر رکھے جائیں گے مگر دونوں کی حیثیتوں میں بڑا فرق ہوگا۔

ایک بنیے کی عورت جو سونے سے لدی ہوتی ہے اور جس کے کان بندوں کے بوجھ سے لٹک رہے ہوتے ہیں کیا اُس کی بھی وہی حیثیت ہوتی ہے جو مارکیٹ میں ایک بنیے کو حاصل ہوتی ہے؟ وہ بنیا جب بولتا ہے تو ساری دنیا کان لگا کر سنتی ہے کہ لالہ جی کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ اُس کی وجہ سے چیزوں کے بھاؤ میں اُتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے لیکن اُس کی عورت باوجود اِس کے کہ سونے کے زیورات سے بھری ہوئی ہوتی ہے تجارتی حلقوں میں وہ عزت نہیں رکھتی جو اُس کے خاوند کو حاصل ہوتی ہے۔ اِسی طرح بادشاہ کی بیوی ملکہ کہلاتی ہے اور وہ جہاں جاتی ہے لوگ اس کا استقبال کرتے ہیں لیکن بادشاہ کی خدمات کی وجہ سے جو عزت اُس کی ہوتی ہے وہ اُس کی بیوی کی نہیں ہوتی۔ لوگ اُس کا ادب بھی کرتے ہیں، اُس کی عزت بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ کی بیوی ہوتی ہے لیکن یہ نہیں ہوتا کہ ضرورت کے موقع پر وہ اُس سے مشورہ لینے چلے جائیں اُس کی عزت محض طفیلی ہوتی ہے۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فوقیت حاصل ہے وہ آپ کے صحابہؓ یا آپ کی بیویوں کو حاصل نہیں تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے براہِ راست بھی دین کے سمجھنے کی کوشش کی اور اِس وجہ سے ہمارے دل میں اُن کا بڑا احترام ہے چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم آدھا دین عائشہ سے سیکھو[۹] یہ کتنا بڑا درجہ ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدھا دین تو تم مردوں سے سیکھو لیکن آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔ بیشک عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر نہیں تھیں بلکہ موسٰیؑ اور عیسٰیؑ کے مقام پر بھی نہیں تھیں مگر یہ

بھی نہیں تھا کہ انہوں نے خود کوئی کوشش نہ کی ہو اور انہیں جو کچھ حاصل ہوا ہو محض طفیلی طور پر حاصل ہوا۔ انہوں نے اپنی ذات میں عقل سے کام لیا، فہم و فراست اور تدبر سے کام لیا اور اس قدر دین میں ترقی کی کہ مرد اُن کی تقریریں سنتے اور اُن سے مختلف مسائل دینیہ سمجھتے تھے۔

پس یاد رکھو یہ فَــلَــقْ کا زمانہ ہے اور جب پَو پھٹتی ہے تو ہر شخص جاگ اُٹھتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ بیداری کا وقت ہے۔ پھر بیدار ہونے کے بعد کوئی تو وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف چل پڑتا ہے اور کوئی شراب پینے کے لئے شراب خانے کی طرف چل پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو اپنی امت اور جماعت کے لوگوں سے یہ کہہ دے کہ تم فَلَقْ والے ربّ کی پناہ مانگو یعنی بیداری کا وقت آ گیا ہے، اب سونے کا زمانہ گزر چکا ہے، پَو پھٹ چکی ہے اور لوگ آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہو رہے ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آؤ اور کوشش کرو کہ تمہارا ہر قدم نیکی کی طرف اُٹھے خرابی اور بربادی کیطرف نہ اُٹھے۔ پھر اِس میں دشمن کو بھی چیلنج دیا گیا ہے کہ اِس روشنی کے وقت میں تو دنگا اور فساد کرے گا اور اس نور کو مٹانے کی کوشش کرے گا مگر یاد رکھ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ تیری شرارتوں اور سازشوں کے باوجود مجھے کامیاب کرے گا اور تو اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

بہرحال اِس تازہ رؤیا کی بناء پر جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے میں عورتوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس زمانہ میں پھر ایک نور ظاہر کیا ہے، پھر ایک سورج کا طلوع ہوا ہے جس سے تمام تاریکیاں جاتی رہی ہیں اس لئے تم اپنے مقام کو سمجھو اور اپنے اندر نئی بیداری اور نئی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ترقی کے لئے بے انتہا مواقع پیدا کئے ہیں۔ تم بھی حضرت عائشہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت حفصہؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی حضرت زینبؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو، تم بھی ان صحابیاتؓ کی نقل کرنے کی کوشش کرو جنہوں نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ جس طرح فَــلَــقْ کے موقع پر نمازی نماز کیلئے چل پڑتا ہے اور شرابی شراب کیلئے چل پڑتا ہے، اسی طرح تم اِس وقت بُرا نمونہ بھی دکھا سکتی ہو اور

اچھانمونہ بھی دکھا سکتی ہو۔لیکن **قُلْ** کےلفظ میں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اے محمد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو اپنی اُمت کےلوگوں سے یہ کہہ دے کہ تم چونکہ میری اُمت میں سے ہو اس لئے تم وہ کرو جو میں کہتا ہوں اور تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے احکام کے مطابق ڈھال کر اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ مفید اور نافع وجود بناؤ۔

(الفضل ۱۳، ۱۴؍ جون ۱۹۶۲ء)

---

۱ الفلق: ۲

۲ بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل المعوذات و باب فضل سورة البقره

۳ بخاری کتاب التفسیر۔ تفسیر سورة تبت یدا ابی لهب

۴ یونس: ۱۷

۵ بخاری کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق شهادة الواحد (الخ)

۶ المنجد عربی اُردو صفحہ ۶۲۷۔مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء

۷ المنجد عربی اُردو صفحہ ۶۱۷۔کراچی ۱۹۹۴ء

۸ یسئلونک عن الخمر .... (البقرة:۲۲۰)

۹ موضوعات کبیر۔ملا علی قاری صفحہ ۷۳ مطبوعہ دھلی ۱۳۴۶ھ